Regd No L 5254

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ۔ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

تار کا پتہ: الفضل لاہور ٹیلیفون نمبر ۲۹۷۹

الفضل لاہور

روزنامہ — خطبہ نمبر ۲۹

یوم: سہ شنبہ

شرح چندہ: سالانہ ۲۴ روپے، ششماہی ۱۳ ،، سہ ماہی ۷ ،، ماہوار ۲½ ،،

فی پرچہ ۱/

۴ ذی الحجہ ۱۳۷۱ھ

جلد ۶/۴۰ | ۲۶ ظہور ۱۳۳۱ ہش ۔ ۲۶ اگست ۱۹۵۲ء | نمبر ۲۰۱

اخبار احمدیہ

ربوہ ۲۵ اگست۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق آج ربوہ سے بذریعہ ڈاک حسب ذیل اطلاعات موصول ہوئی ہیں:۔

۲۲ اگست۔ متلی۔ سر درد اور بند نزلہ وغیرہ کی شکایت ہے۔

۲۳ اگست۔ نقرس کا پھر حملہ ہوا ہے۔ دائیں پاؤں میں درد اور ورم ہو گئی ہے۔ چلنے میں تکلیف محسوس ہوتی ہے۔

احباب صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعا فرمائیں۔

"ہم اہل عرب آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کی شاندار اسلامی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے"

یہ آپ ہی کی مساعی کا نتیجہ ہے کہ دنیا پر ہمارے مطالبات کا برحق ہونا واضح ہو چکا ہے

وزیر خارجہ پاکستان کو عراقی وزیر مختار احمد پاشا الراوی کا خراج عقیدت

کراچی کے عربی ماہنامہ "العرب" میں پاکستان میں عراقی وزیر مختار عالیجناب احمد پاشا الراوی کا ایک مضمون پاکستان کی ترقیات کے بارے میں شائع ہوا ہے۔ اس مضمون میں ممالک عربیہ اور پاکستان کے باہمی تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے وزیر خارجہ پاکستان آنریبل چوہدری محمد ظفر اللہ خاں کی ان اسلامی خدمات کو بہت سراہا ہے۔ جو آپ نے جمعیۃ امم متحدہ اور دیگر عالمی اجتماعات میں سر انجام دی ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اہل عرب ان شاندار خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتے۔ کیونکہ ان کی بدولت دنیا پر عرب مطالبات کا برحق ہونا واضح ہوا ہے۔ اور اس طرح عرب مفادات کو بے حد تقویت پہنچی ہے۔ مضمون کا متعلقہ اقتباس اور اس کا اردو ترجمہ جو جناب مولنا ابوالعطاء صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ نے ارسال فرمایا ہے۔ ذیل میں مطالعہ کیجیے:۔

"ولباکستان فی نفوسنا نحن العرب منزلۃ ھی خیر المنازل ذالک انھا دعت ولا تزال تدعو الی التقارب والتعاون بین الشعوب الاسلامیۃ وتوحید جھودھا فی مختلف المجال السیاسیۃ والاقتصادیۃ والثقافیۃ کما اننا نحن العرب لا ننسی ابدًا المواقف الکریمۃ التی وقفتھا باکستان فی شخص وزیر خارجیتھا معالی السید محمد ظفر اللہ خان فی الندوات الدولیۃ والمجتمعات الاممیۃ مؤیدۃ لقضایانا ومطالبنا ومناصرۃ للحق الذی دعونا لہ وطالبنا بہ۔" (مجلۃ العرب جلد ۱۵ ع ۷-۸ ذوالقعدہ ۱۳۷۱ھ)

ترجمہ:۔ پاکستان کے لئے ہم اہل عرب اپنے دلوں میں بلند ترین مقام پاتے ہیں۔ کیونکہ پاکستان نے ہمیشہ ہی اسلامی ممالک اور مسلمان قوموں کے درمیان اتحاد اور تعاون کی دعوت دی ہے۔ اور سیاسی۔ اقتصادی اور تمدنی میدان میں سب اسلامی ممالک کو متفقہ جدوجہد کے لئے بلایا ہے۔ ایسا ہی ہم اہل عرب پاکستان کی ان عظیم الشان خدمات کو بھی کبھی نہیں بھول سکتے۔ جو پاکستان کی طرف سے اس کے وزیر خارجہ عالیجناب چوہدری محمد ظفر اللہ خاں صاحب نے جمعیۃ امم متحدہ اور دیگر عالمی اجتماعات میں ایسے شاندار طریق پر سر انجام دی ہیں۔ کہ ان سے عربی قضیہ کی پوری پوری تائید ہوتی ہے اور ہمارے مطالبات کا برحق ہونا بالکل واضح ہو چکا ہے۔ اور جس حق کا ہم مطالبہ کر رہے ہیں۔ اسے پوری طاقت حاصل ہو گئی ہے۔"

(کیا اس تازہ اعلان اور کھلے اعتراف کے ہوتے ہوئے کسی احراری کا یہ کہنا کہ "سر ظفر اللہ نے پاکستان کی ساکھ کو خاک میں ملا دیا" صریح غلط بیانی اور واضح پاکستان دشمنی نہیں ہے؟)

ملتان میں فائرنگ اس وقت کی گئی جب گولی چلانا اشد ضروری ہو گیا تھا

جسٹس ایم۔ آر کیانی کی تحقیقاتی رپورٹ شائع کر دی گئی

لاہور ۲۵ اگست۔ گذشتہ مہینے کی ۱۹ تاریخ کو ملتان میں ایک غیر قانونی ہجوم پر پولیس کو جو گولی چلانی پڑی تھی۔ حکومت پنجاب نے اس کے متعلق لاہور ہائیکورٹ کے جسٹس ایم۔ آر کیانی کی تحقیقاتی رپورٹ شائع کر دی ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ گولی صرف اس وقت چلائی گئی۔ جبکہ اس کا چلانا قطعی ناگزیر ہو گیا تھا۔ اور پھر اس کے نتیجے میں جو نقصان ہوا۔ وہ اتنا ہی تھا۔ جتنا کہ کم سے کم ہو سکتا تھا۔ اگرچہ پولیس نے ۷۰ کے قریب گولیاں چلائیں۔ لیکن ہلاک صرف چھ اشخاص ہی ہوئے۔ اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ اگر تمام گولیاں ہجوم پر ہی چلائی جاتیں۔ تو اس سے کہیں زیادہ اموات واقع ہوتیں۔ پھر یہ بھی ثابت ہے۔ کہ پہلی مرتبہ گولی نشانہ باندھ کر نہیں چلائی گئی۔ اور یہ امر ہجوم کو خبردار کرنے کے لئے رکھا گیا تھا۔ رپورٹ میں حکومت کے ایجنٹوں کی سالقہ نرمی کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ نظم و نسق کے معاملات میں صلح پسندی واقعی ضروری ہے۔ لیکن جب ایک طبقہ کا رویہ دوسرے طبقہ سے خاص نوعیت کا ہو۔ اور پھر بھی نرمی برتی جائے۔ تو اس سے حالات خراب ہونے کا امکان ہے۔

بیرونی ملکوں سے اب تک ۷۵ ہزار ٹن گیہوں پاکستان پہنچ چکا ہے

کراچی ۲۵ اگست۔ اب تک بیرونی ملکوں سے ۷۵ ہزار ٹن گیہوں پاکستان پہنچ چکا ہے۔ اس میں سے ۳۵ ہزار ٹن ترکی سے آیا ہے۔ ابھی مزید ۱۵ ہزار ٹن ترکی کی بندرگاہوں میں جہازوں پر لادا جا رہا ہے۔ درآمد شدہ گیہوں کا نصف مشرقی پاکستان بھیجا جائے گا۔ مزید اناج حاصل کرنے کے لئے بعض اور ملکوں سے بھی بات چیت ہو رہی ہے۔

کپاس بیلنے والوں کی مشکلات کا جائزہ لینے کے لئے کمیٹی کا تقرر

لاہور ۲۵ اگست۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ میاں ممتاز محمد خاں دولتانہ نے کپاس بیلنے والوں کی دشواریاں معلوم کرنے کے لئے ایک کمیٹی مقرر کی ہے۔ کمیٹی کی رپورٹ پیش ہونے کے بعد اس بارے میں حکومت اپنی پالیسی کا اعلان کرے گی۔ پنجاب کاٹن جنرز ایسوسی ایشن کے وفد نے آج وزیر اعلیٰ سے ملاقات کر کے اپنی مشکلات ان کے سامنے رکھیں۔

"سلامتی کونسل کو ہمارے معاملات میں دخل دینے کا اختیار نہیں"

جینوا روانہ ہونے سے قبل مسٹر آئنگر کا بیان

جینوا ۲۵ اگست۔ جینوا میں کشمیر کے متعلق جو بات چیت شروع ہو رہی ہے۔ اس میں شریک ہونے والے ہندوستانی نمائندے مسٹر گوپال سوامی آئنگر نے دعویٰ کیا ہے۔ کہ ابھی دنوں ہندوستان کی حکومت اور شیخ عبداللہ کے درمیان جو سمجھوتہ ہوا ہے۔ سلامتی کونسل کو اس میں مداخلت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ مسٹر آئنگر آج بمبئی سے جینوا پہنچ گئے ہیں۔ کل انہوں نے بمبئی سے روانہ ہونے سے قبل ایک بیان میں کہا۔ کہ اگر پاکستان نے جینوا میں اس سوال کو اٹھانے کی کوشش کی۔ تو ہندوستان اسکی مخالفت کرے گا۔ انہوں نے مزید بتایا کہ اگر جینوا کے مذاکرات ناکام رہے۔ تو ہندوستان لڑائی بند کرنے کے سمجھوتہ کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔ اور پاکستان سے تعلقات خراب نہیں ہونے دیگا۔

۳ اسلئے افسروں کی سالقہ نرمی بھی ان نتائج کی کسی حد تک ذمہ دار ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عشق

یا رسول اللہ برویت عہد دارم استوار ؎ عشق تو دارم ازاں روزیکہ بودم شیرخوار

یا رسول اللہ! میں تیرے چہرہ سے ایک ازلی تعلق رکھتا ہوں اور اس دن سے کہ میں شیرخوار تھا مجھے تجھ سے محبت ہے۔

ہر قدم کاندر جناب حضرتِ بیچوں زدم ؎ دیدمت پنہاں معین و حامی و نصرت شعار

جو قدم بھی میں نے خدائے بے ہمتا کی راہ میں مارا میں نے پوشیدہ طور پر ہر جگہ تجھے اپنا معین، حامی اور مددگار دیکھا۔

(درثمین)

ایڈیٹر:۔ روشن دین تنویر بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے پاکستان پرنٹنگ ورکس میں چھپوا کر ۳ میکلیگن روڈ لاہور سے شائع کیا۔

روزنامہ ——— الفضل ——— لاہور
مورخہ ۲۶ اگست

ملک کی اقتصادی حالت

۲۳ اگست ۱۹۵۲ء کو پنجاب صوبہ مسلم لیگ کی مجلس عاملہ نے میاں ممتاز محمد خان دولتانہ وزیر اعلیٰ و صدر صوبہ مسلم لیگ کی صدارت میں فیصلہ کیا ہے کہ مسلم لیگ کے موزوں نمائندوں اور معاشی ماہرین پر مشتمل جلد از جلد ایک اجلاس بلایا جائے جس میں صوبہ کی عام اقتصادی حالت کا جائزہ لیا جائے۔ اور مستقبل قریب میں جن مشکلات کے پیدا ہو جانے کا خوف ہے۔ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے مفید سفارشات کرے۔

اس کے متعلق دو رائیں نہیں ہو سکتیں کہ یہ تجویز موجودہ وقت کے تقاضوں کے مطابق نہایت مستحسن ہے۔ بہت سے پیچ در پیچ عوامل ہیں جن کی وجہ سے ملک کے اقتصادی حالات ایسے نہیں جن کو قابل اطمینان سمجھا جا سکے۔

حالت یہ ہے کہ ایک طرف تو اشیائے ضروریات روز بروز گراں سے گراں تر اور دوسری طرف عوام کی قوت خرید کم سے کم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ کسی ایسے ملک کے ماہرین اقتصادیات کا کمال ہنر یہ ہے کہ وہ ملک کے ان تمام اقتصادی حالات کا اس نقطۂ نظر سے جائزہ لیں۔ جن کی وجہ سے اشیاء کی گرانی اور عوام کی قوت خرید میں توازن قائم ہونا مشکل ہو گیا ہے۔ مثلاً ملک کی آبادی کس رفتار سے بڑھ رہی ہے۔ اور جو ضروریات کی اشیاء خود ملک میں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کی پیداوار کس تناسب سے ترقی یا تنزل کر رہی ہے۔ کونسی ضروریات کی اشیاء ایسی ہیں جن کے لئے ہم دوسرے ملکوں کے محتاج ہیں اور ان میں کس حد تک کمی کی جا سکتی ہے۔ کونسی ایسی اشیاء ہیں جو دراصل ضروریات میں تو شامل نہیں مگر ان کو ضروریات میں شامل کیا گیا ہے اور ان رجحانات کو کس حد تک روکنا ملک کے لئے ضروری اور مفید ہو سکتا ہے۔ جو غیر ضروری اشیاء کو ضروریات میں شامل کرنے کے لئے ملک میں پیدا ہو گئے ہیں۔ یہ امور اس قسم کے ہزاروں سوالات ہیں جن پر غور کرنا کسی ملک کے ماہرین اقتصادیات کے لئے نہایت ضروری ہے۔

ہمیں اس بات کو بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ ابھی تک دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسا ملک یا سوسائٹی نہیں دریافت ہو سکی۔ جو معاشی طبقات سے بالکل آزاد ہو۔ اور جہاں کامل معاشی مساوات پائی جاتی ہو۔ اور جب تک انسانوں کی پیداواری قابلیت میں فرق رہے گا۔ شاید یہ ناممکن ہے کہ کوئی ملک یا سوسائٹی ایسی بن سکے۔ جس میں معاشی مساوات کا یہ نظریہ کامیاب عملی صورت اختیار کر سکے۔ جن ملکوں میں اس نظریہ کی بناء پر انسانی خون کی ندیاں تک بہہ چکی ہیں۔ تجربہ کے بعد ان کو بھی اس کی غلطی ثابت ہو چکی ہے۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی ملک کے مختلف معاشی طبقات میں توازن قائم کرنا ناممکن ہے۔

ہمارے ملک کی اقتصادی خوشحالی کو اس خیال نے بھی ایک خاصی حد تک نقصان پہنچایا ہے۔ کہ یہ ملک خالص زراعتی ملک ہے۔ بے شک یہ درست ہے کہ اس وقت ہمارے اقتصادی ترازو میں زراعتی پیداوار کا پلڑا بھاری ہے۔ مگر اس کے یہ معنے نہیں ہونے چاہئیں کہ ہم صنعت و حرفت میں ترقی کر کے زراعتی پیداوار کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہماری صنعتی کم مائگی ہمارے زراعتی امکانات پر بھی بالواسطہ اثر انداز ہو رہی ہے۔ ہمارا کاشتکار زمین کے ساتھ اس طرح چمٹا ہوا ہے کہ گویا دنیا جہان میں وہ اور کسی کام کے قابل نہیں ہے۔ جس کاشتکار کے گھر میں سال بھر کے لئے اناج آ جاتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ اب اسے کوئی اور کام کرنے کی ضرورت نہیں حالانکہ اتنا اناج پیدا کرنے میں جو وقت صرف ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سا وقت بچ جاتا ہے۔ جو وہ اگر کسی دوسرے کام میں لگائے۔ تو نہ صرف اپنی بلکہ ملک کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے میں ممد و معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

یہ درست ہے کہ ہمارے قدیم آلات کشاورزی بھی بہت حد تک انسانی محنت کے ضیاع کا باعث ہیں۔ اور اس لئے ہمیں موجودہ ترقی یافتہ آلات استعمال کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ مگر موجودہ حالات میں بھی ہمارا کاشتکار اگر چاہے۔ تو بہت سی گھریلو صنعتیں ایسی ہیں۔ جنہیں وہ کاشتکاری کے پیشہ کے ساتھ ساتھ اختیار کر سکتا ہے۔ البتہ اس میں اسکو صحیح راہ نمائی اور محنت کی ضرورت ہے۔ یہ اصول صرف کاشتکاروں کے لئے ہی مفید نہیں ہے۔ بلکہ ہمارے چھوٹے دوکاندار، اسکول ماسٹر، پروفیسر وغیرہ بھی بہت سا وقت اگر چاہیں تو صنعت و حرفت کے کاموں میں لگا سکتے ہیں۔ جاپان کی صنعتی ترقی کا راز یہی ہے۔ کہ وہاں ہر فرد خواہ وہ کوئی سا مستقل پیشہ رکھتا ہو کوئی نہ کوئی صنعتی کام بھی ساتھ ضرور کرتا ہے۔

مسلم لیگ نے جو یہ قدم اٹھایا ہے ہمیں امید ہے کہ اگر استقلال اور عقلمندی سے کام لیا گیا۔ تو اس سے ملک و قوم کو بہت فائدہ ہو گا۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ محض تجویزیں منظور کرنے یا سفارشات پیش کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اصل چیز عمل ہے خواہ آہستہ آہستہ اور تھوڑا تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

واعظ کی باریک چالیں

ہمارا یہ کہنا ابتدا میں ایک اچنبھا دکھائی دیتا تھا۔ کہ احراری "واعظ" کی کانفرنسیں، مظاہرے اور جلوس۔ دراصل مسلم لیگی حکومت کے بدنام کرنے اور اس کا تختہ الٹنے کی گہری سازشیں ہیں۔ مگر اب جبکہ عوام میں اشتعال انتہا تک پہنچ چکا ہے۔ اس ٹولہ کے مخفی ارادے خود بخود زبان پر جاری ہو رہے ہیں۔ مثلاً بخاری نے کہا ہے۔

"کچھ عرصہ پیشتر ہم ایک آدمی کے وفادار نمائندے تھے مگر اللہ کی شان ہے کہ ہم آج ایک عورت کے وفادار نمائندے ہیں۔"

شیخ حسام الدین یوں گویا ہوتے ہیں

جس کام کو انگریز بھی اپنی جابر حکومت کے دوران نافذ نہ کر سکا۔ وہ بھی ہماری اسلامی مملکت میں پوری ہو گئی۔ اور پھر مسلمان قوم کے ہاتھوں کہ مساجد میں ختم نبوت کا اظہار بھی ممنوع قرار دے دیا گیا۔" (آزاد ۱۳ اگست ۱۹۵۲ء)

مولوی اختر علی تو بالکل عریاں انداز میں فرما چکے ہیں:-

"مسئلہ کشمیر پہلے سے زیادہ الجھ چکا ہے۔ اگر کوئی اور ملک ہوتا تو ایسے حالات میں پوری وزارت مستعفی ہو جاتی"

(زمیندار ۱۵ اگست ۱۹۵۲ء)

اے کاش حکومت بیدار ہو۔

خود کاشتہ پودہ

احراری لیڈر ہر طرف شور مچا رہے ہیں۔ "ہم خود کاشتہ پودہ کو اکھیڑ دیں گے"۔ "خود کاشتہ پودہ" سے مراد کیا ہے۔ اور ان الفاظ کے پیچھے کیا عزائم پوشیدہ ہیں؟ اس امر کی وضاحت کے لئے لیڈران احرار کا یہ بیان ملاحظہ ہو

مسٹر جناح انکی مسلم لیگ اور مطالبہ پاکستان ہندوستان کی آزادی کی راہ میں روڑا ہے۔
مسٹر جناح اور آل انڈیا مسلم لیگ سب انگریز کے مرہون منت ہیں اور انگریز کے اشارے پر ناچ رہے ہیں۔" (طلاپ ۱۳ اگست ۱۹۴۲ء)

قائداعظم اور پاکستان کو انگریز کا "خود کاشتہ پودہ" بتانے والوں کا وجود پاکستان اور مسلم لیگ کے لئے کھلا چیلنج ہے۔ کیا غیور اور بہادر پاکستانی اس شر انگیز پروپیگنڈا کو بخوشی برداشت کرے گا؟

(باقی دیکھیں ص ۷ پر)

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کا کلام

— ۱۳/۷/۵۱ بر مقام سکیسر —

کفر کی طاقتوں کا توڑ ہیں ہم
روحِ اسلام کا نچوڑ ہیں ہم
گنتیوں سے مقام بالا ہے
ایک بھی ہوں اگر۔ کروڑ ہیں ہم
اُن سے ملنا ہو گر تو ہم سے مل
وصل کی وادیوں کے موڑ ہیں ہم
تم میں ہم میں مناسبت کیسی
تم مفاصل ہو اور جوڑ ہیں ہم
ہم اُمیدوں سے پُر ہیں تم مایوس
رونی صورت ہو تم ہنسوڑ ہیں ہم

خطبہ جمعہ

۲۹ء

تم میں سے ہر ایک کو سمجھ لینا چاہیئے کہ احمدیت اور اسلام کا احیا اور بقا اسی کے ذمہ ہے

تم نے اجتماعیت کا بہت اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے۔ اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم انفرادیت کا نمونہ بھی دکھاؤ

ربوہ میں مکانات تعمیر کرانے میں احباب احتیاط سے کام لیں

از حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۱۵ اگست ۱۹۵۲ء بمقام ربوہ

مرتبہ۔ سلطان احمد صاحب پیر کوٹی

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

آج میں

دو باتوں کے متعلق

کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ جن میں سے ایک لوکل معاملہ ہے۔ آجکل یہاں بہت سے لوگ مکانات بنا رہے ہیں۔ اور عام طور پر ہماری جماعت میں غلط طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے۔ کہ مرکز میں رہنے والے یا مرکز سے وابستگی رکھنے والے سارے کے سارے بڑے بزرگ اور نیک ہوتے ہیں۔ اور اگر انہیں روپیہ دے دیا جائے۔ تو ان کے خیال میں وہ بہت محفوظ ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ مکہ اور عرب میں بھی گذشتہ صدیوں میں بدو کثرت سے پائے جاتے تھے اور اب بھی پائے جاتے ہیں۔ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مدینہ میں بعض منافق لوگ پائے جاتے تھے۔ یہ کروڑوں کروڑ روپے کا جو کام ہو رہا ہے، اس میں بے احتیاطی کرنا جماعت کے لئے تو فائدہ مند نہیں ہو سکتا۔ اور خود اس شخص کے لئے بھی نقصان دہ ہے۔ جو روپے کے معاملہ میں دوسرے پر محض اس لئے اعتماد کر لیتا ہے کہ وہ

مرکز میں رہنے والا ہے

اگر تم ۵۔۷ یا دس ہزار روپے کا مکان بناتے ہو تو جہاں تک تمہارا تعلق ہے۔ یہ کوئی معمولی رقم نہیں۔ تم معمولی حیثیت کے آدمی ہو۔ ۵۰۔۶۰ یا ۷۰ روپے ماہوار کی تمہاری آمد ہے۔ اگر مکان کی بجائے معمار اور نجار تمہارے سامنے ایک ڈھانچہ کھڑا کر دیتے ہیں اور پانچ ہزار روپیہ میں سے ایک ہزار درمیان والا آدمی یا معمار اور نجار کھا جاتے ہیں۔ تو اس کے معنے یہ ہیں کہ اگر یہ روپیہ تم نے دس سال میں جمع کیا تھا۔ تو وہ درمیان والا آدمی یا معمار یا نجار تمہاری دو سال کی کمائی کھا گئے۔ لیکن تم جانتے ہو۔ جتنے انہیں دو سال تو الگ رہے اپنی ایک ماہ کی کمائی دینے کے لئے بھی تیار نہیں تھے۔ گویا خود

تمہارے نقطۂ نگاہ کے لحاظ سے

بھی یہ بات نہایت اہم ہے۔ پھر جب کوئی شخص کچھ رقم کھا جاتا ہے۔ تو اسے مکان کی شکل تو دکھانی پڑتی ہے۔ اسے یہ دکھانا پڑتا ہے۔ کہ اس نے کوئی چیز بنا دی ہے۔ اس لئے وہ ہر چیز میں کھوٹ رکھتا ہے۔ اور پھر یہ عمارت ہر سال ٹوٹتی پھوٹتی رہتی ہے۔ پس وہ خالی پانچ ہزار میں سے ایک ہزار یا دس ہزار میں سے دو ہزار یا یوں کہو کہ دس سال میں سے دو سال کی کمائی نہیں کھا جاتا۔ بلکہ

آئندہ بیس سال کے لئے

بھی تمہیں نقصان میں ڈال دیتا ہے۔ آج فلاں چیز ٹوٹ گئی تو کل فلاں چیز ٹوٹ گئی۔ ہر وقت کسی نہ کسی حصہ کی مرمت ہوتی رہتی ہے۔ اس طرح وہ آپ کی بقیہ کمائی بھی کھا لیں گے۔ اور یہ کہنا کہ آپ نے ان پر اعتبار کیا تھا۔ یہ اعتبار کوئی قابل قدر چیز نہیں لوٹنے والا یہ نہیں کہتا کہ آپ شریف آدمی تھے۔ اور آپ نے اس پر اعتبار کیا تھا۔ بلکہ وہ دل میں کہتا ہے۔ کہ ایک احمق شخص کو خوب لوٹا۔ گویا لٹتے بھی تم ہو۔ پہلے جو کچھ تم نے کمایا تھا۔ وہ بھی اس نے لوٹ لیا۔ اور بوجہ کھوٹ کے عمارت ہر سال ٹوٹتی پھوٹتی رہی۔ اور اس کی مرمت جاری رہی۔ اس طرح تمہاری آئندہ کمائی بھی اس نے لوٹ لی۔ اور پھر بے وقوف بھی تم بنے۔ میرے نزدیک یہاں جو

عمارت بنانے والا طبقہ

ہے۔ اس میں سے ایک خاصی تعداد جو مشائد نصف سے بھی زیادہ ہے۔ بددیانتوں کی ہے۔ شائد ربوہ میں کسی شخص کے پاس بھی اتنا روپیہ نہیں۔ جتنا ان لوگوں کے پاس ہے۔ اور یوں کو تو جانے دو سلسلہ کا ایک مکان بنایا گیا۔ پھر خلیفہ کے نام سے بنایا گیا۔ بلکہ اسے قصر خلافت کے نام سے بنایا گیا۔ تاکہ جو بھی خلیفہ ہو وہ اس مکان میں رہے۔ جب یہ مکان تیار ہوا۔ اور ہم نے مشورہ کیا۔ کہ اس مکان میں تبدیل ہو جائیں۔ تو لوگوں نے کہا یہ مکان بڑا ہی خطرناک ہے۔ اس میں منتقل ہونا کسی صورت میں بھی درست نہیں

ان کے وہم ڈالنے پر

میں نے یہ خیال کیا کہ شائد یہ لوگ رقابت کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہوں۔ چنانچہ میں نے دو انجینئر لاہور سے منگوائے۔ ان انجینئروں نے مکان دیکھنے کے بعد یہ رپورٹ کی کہ اس مکان کی چھت تو ممکن ہے دو تین دن کے بعد گر جائے۔ اور سارا خاندان اس کے نیچے دب جائے۔ ہاں اس کی دیواریں ممکن ہے کچھ عرصہ کھڑی رہیں لیکن لمبے عرصہ تک ان پر بھی اعتبار نہیں کیا جا سکتا اور یہ مکان ہر وقت ٹوٹ سکتا ہے۔ اب وہ افسر جن کی نگرانی میں یہ عمارت تیار ہوئی۔ اور وہ معمار نجار اور ٹھیکیدار جنہوں نے یہ عمارت بنائی۔ ربوہ کے ہی رہنے والے تھے۔ جب واقف کاروں سے پوچھا گیا۔ کہ آخر ایسا کیوں ہوا تو انہوں نے کہا کہ شائد انہوں نے صندوقوں اور پیٹیوں کی لکڑیاں لے کر دروازوں میں لگا دی ہیں۔ مکان کے سائز کے لحاظ سے جس طاقت کی اڑی ہونی چاہیئے تھی۔ اس سے نصف طاقت سے بھی کم طاقت کی اڑیاں لگائی گئی ہیں۔ بعض اڑیاں تو چارپائیوں کی پٹیوں سے بھی کمزور ہیں۔ وہ چارپائی جس پر بعض اوقات دو آدمی بھی بیٹھیں تو وہ ٹوٹ جاتی ہے۔ انہوں نے بتایا کہ شائد

عمارت تیار کرنے والوں نے

منڈی میں ایسی لکڑی جو بارش کی وجہ سے خراب ہو گئی تھی۔ اور اب وہ صرف جلانے کے کام آ سکتی تھی سستے داموں خرید کر یہاں لگا دی ہے۔ جب ان لوگوں نے ایسے شخص کے مکان میں دھوکہ بازی سے کام لیا۔ جس کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی ہوئی ہے۔ یا اس شخص کے مکان سے دھوکہ کیا۔ جس کے ہاتھ پر انہوں نے آئندہ بیعت کرنی ہے۔ تو آپ ان سے دیانت داری کی کیا امید رکھ سکتے ہیں؟ پھر اس مکان کے بعض حصوں کو گرایا گیا۔ اور دوبارہ بنوایا گیا۔ اور اس کی مرمت کرائی گئی۔ اس مرمت پر ۱۵ ہزار روپیہ سے زیادہ خرچ آ گیا۔ اور خیال ہے کہ ۱۵۔۱۶ ہزار روپیہ ان افسروں معماروں اور نجاروں کی جیبوں میں گیا ہے۔ جنہوں نے یہ عمارت بنائی تھی۔ جو سامان اس عمارت سے اتارا گیا۔ اس کا ایک حصہ شائد ایندھن کے کام آ سکے۔ پس بہتر ہوگا کہ باہر سے آنے والے دوست اپنی اپنی جگہوں سے معمار ساتھ لائیں۔ کیونکہ

جو معمار واقف ہوتا ہے

وہ اس قدر دھوکہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ وہ سمجھتا ہے۔ پس جو دوست باہر سے آئیں۔ اگر ان کے شہر یا قصبہ میں ان کے واقف معمار موجود ہوں۔ تو انہیں ساتھ لائیں۔ اور ان سے عمارتیں بنوائیں۔ اگر آپ اپنے معمار لائیں گے۔ تو ان پر آپ کا دباؤ رہے گا۔ ربوہ کے معماروں پر ہرگز اعتبار نہ کیا جائے۔ ان کا

ایک حصہ بددیانت

ثابت ہوا ہے۔ اگر آپ لوگوں نے ان پر اعتبار کیا تو چند لوگ مل کر آپ کا روپیہ کھا جائیں گے۔

ان کی وجہ سے جماعت کو کافی روپیہ عمارتوں کی مرمت پر لگانا پڑا ہے۔ کوئی عمارت ایسی نہیں جس کے متعلق کہا جا سکے کہ معماروں اور نجاروں نے ایمانداری سے ساتھ اسے کھڑا کیا ہے جب ان لوگوں نے ہمارے ساتھ اس قسم کی ٹھگی کی ہے تو دوسروں کے ساتھ یہ لوگ ایسا سلوک کیوں نہیں کریں گے

قصر خلافت کیسا تھا

ملازمین کے لئے جو مکانات بنائے گئے ہیں یا بہو باورچی خانے بنائے گئے ہیں۔ پہلی دفعہ آدھ گھنٹہ بارش ہوئی۔ تو وہ گر گئے۔ پھر ایک مہینہ میں جاکر ہم نے ان عمارتوں کو دوبارہ بنوایا ہے کیا آپ نے کبھی سُنا ہے۔ کہ کوئی نئی عمارت صرف آدھ گھنٹے کی بارش سے گر گئی ہو۔ پھر مثلاً کمرے ہیں۔ اگر کبھی نہانے کے لئے ان میں چلے گئے۔ تو جب کپڑے بدلنے کے لئے ساتھ کے کمرے میں آ گئے۔ تو یوں معلوم ہوا کہ سارا پانی کمرہ میں پھیل گیا ہے۔ گویا بجائے اس کے کہ نالی کا رُخ اس طرح بنایا جاتا کہ پانی باہر نکل جائے۔ باہر کی نالی کو اونچا بنا دیا گیا ۔ اس طرح پانی بجائے باہر نکلنے کے کمرہ کے اندر پھیل گیا۔ اور اندر پڑے ہوئے سامان کو اس نے گیلا کر دیا۔ ایک دفعہ ایک کمرے میں پانی ڈالا۔ تو باہر نہ نکلا۔ انجینئر صاحب کو بلایا گیا۔ کہ یہ کیا بات ہے۔ ان کا اس میں کوئی قصور نہیں۔ انکو یعنی سید فخر الاسلام صاحب کو بعد میں لگایا گیا ہے۔ جب انہوں نے غور سے دیکھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ اندر کی طرف سے نالی ایک طرف بنائی ہے اور باہر کی نالی دوسری جگہ بنائی ہے۔ یعنی اندر کی نالی دیوار کے نصف حصہ تک جاکر بند ہو گئی۔ اور باہر کی نالی دیوار کے دوسرے حصہ میں بنا دی گئی۔ غرض اس

عمارت کے کام میں

اتنی حرام خوری کے ساتھ کام کیا گیا ہے۔ کہ جس کی انتہا نہیں۔ اس میں کوئی شبہ نہیں۔ کہ اس کی ذمہ داری انجمن پر بھی آتی ہے۔ افسروں کا کام تھا۔ کہ وہ کام کی نگرانی کرتے۔ لیکن بہر حال وہ لوگ ناواقف ہیں۔ پس میں جماعت کو بتاتا ہوں کہ ان معماروں اور نجاروں نے خلافت کے نام پر ایک عمارت بنائی۔ اور اس عمارت کو دوبارہ بنوانا پڑا مومن ہوشیار ہوتا ہے اور وہ ایک بار دھوکہ کھا کر پھر دوبارہ وہی حرکت نہیں کرتا۔ پس اگر آپ انہی معماروں اور نجاروں سے کام کروائیں۔ تو ان سے اچھی طرح معاہدہ کر لیں۔ اور وہ معاہدہ امور عامہ میں رجسٹرڈ کرلیں۔ اور ان پر واضح کر دیں۔ کہ عمارت میں اگر کسی قسم کا نقص ہوا یا ان کی غفلت ثابت ہوئی، تو اس کی ذمہ داری ان پر ہوگی لیکن۔۔

سب سے اچھی بات یہ ہے

کہ ہو سکے تو معمار اور نجار اپنے ساتھ لائیں۔ اُن لوگوں کے آپ کے ساتھ تعلقات ہوں گے۔ اس لئے وہ آپ کا کام اچھی طرح کریں گے۔ یہ بات میں خاص طور پر اس لئے کہہ رہا ہوں۔ کہ ایک دوست میرے پاس آئے۔ اور انہوں نے کہا کہ کیا آپ کی طرف سے ایسی کوئی روک تو نہیں کہ ہم معمار اور نجار باہر سے آئیں۔ میں نے انہیں کہا۔ اگر آپ کاریگر ساتھ لائیں تو بجائے اس کے کہ ہم اس میں کوئی روک پیدا کریں۔ ہم آپ کو جزاکم اللہ احسن الجزاُ کہیں گے۔ پس یہ اتنی بڑی رقوم جو خرچ ہو رہی ہیں۔ یا آئندہ خرچ ہونے والی ہیں۔ ان کے متعلق آپ احتیاط سے کام لیں۔ پہلے سے اس قسم کے اعتراضات آ رہے ہیں۔ کہ ہمیں کاریگروں نے لوٹ لیا ہے۔ جب اس قسم کی ٹھگیاں خود صدر انجمن احمدیہ کے ساتھ ہو رہی ہیں۔ تو آپ لوگ تو باہر سے آئے ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ آپ کے ساتھ یہ ٹھگیاں کیوں نہ ہوں گی۔ آپ اپنے روپیہ عقل اور عزت کی حفاظت کریں۔ یہ لوگ آپ کا روپیہ کھا کر گھروں میں ہنس رہے ہوں گے۔ کہ فلاں شخص کو ہم نے خوب اُلّو بنایا ہے۔ آپ کا روپیہ ہی ضائع نہیں ہوگا۔ بلکہ گھروں میں بھی اس کا چرچا ہوگا۔ اور جب یہ لوگ مُرغ پلاؤ اور قورمے کھا رہے ہوں گے۔ تو کہہ رہے ہوں گے۔ ہم نے فلاں کو خوب اُلّو بنا کر ٹھگا ہے۔ پس تم

احتیاط سے کام کرو

جہاں تک ہو سکے۔ تم اپنے ساتھ کام کرنے والے لاؤ۔ اور اگر ربوہ کے معماروں اور نجاروں سے ہی کام کروانا پڑے۔ تو ان سے معاہدہ کرو۔ یہ معاہدہ امور عامہ میں رجسٹرڈ کراؤ۔ تا اگر کوئی شرارت ہو۔ تو وہ پکڑے جائیں۔ ورنہ لفظوں کے ایچ پیچ میں آپ پھنس کر رہ جائیں گے۔ میں نے وقت کے لحاظ سے بھی دیکھا ہے کہ مزدور بہت کم وقت کام میں لگاتے ہیں۔ ۱۹۲۴ء میں انگلستان میں دس گھنٹے کام کا وقت مقرر تھا۔ لیکن یہاں پانچ چھ گھنٹے کام کا وقت ہوتا ہے۔ دنیا میں ایسا کہیں نہیں ہوتا۔ اوّل تو کام کرنے وقت ان کی یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ ایک اینٹ لگاتے ہیں تو کتنی دیر اس پر پھول پھول کرتے رہتے ہیں۔ مزدور آٹھ منٹ میں ایک اینٹ پکڑتے ہیں۔ پھر کمر سیدھی کرتے ہیں۔ پھر اسے الٹا پلٹا کر دیکھتے ہیں۔ پھر اسے اوپر اٹھاتے ہیں۔ اور لہراتے لہراتے معمار کے پاس پہنچتے ہیں۔ تب معمار کے پاس پہنچتے ہیں۔ تو

بڑے تکلف کیساتھ

اینٹ رکھتے ہیں۔ پھر دوبارہ اینٹ اٹھاتے ہیں۔ اسے الٹ پلٹ کر دیکھتے ہیں۔ اور پھوں پھوں کرتے ہیں۔ اور پھر وہ اینٹ دیوار میں لگاتے ہیں۔ گویا ایک اینٹ لگانے میں پندرہ پندرہ منٹ لگا دئے جاتے ہیں۔ پس اول تو کام میں حرام خوری کرتے ہیں۔ پھر وقت بھی پورا نہیں لگاتے سب ممالک میں مختلف کاموں کے اوقات مقرر ہیں۔ مثلاً انگلستان میں کانوں کے اندر کام کرنے والوں کے لئے ۴۰ گھنٹے ہفتہ میں مقرر ہیں۔ اور جو زمین سے باہر کام کرتے والے ہیں ۴۸ گھنٹوں سے لے کر مختلف کاموں میں ان کے اوقات بڑھتے جاتے ہیں۔ مکانوں پر مزدوری کرنے والوں اور پہرہ دینے والوں کے لئے آٹھ سے دس گھنٹے تک مقرر ہیں۔ میں جب انگلستان گیا۔ تو اس چیز کو وہاں دیکھا۔ ہم نے مکان پر ایک لڑکا ملازم رکھا ہوا تھا۔ وہ گھر کا کام کرتا تھا۔ اور ڈاک باہر اور اندر لاتا تھا۔ وہ دس دس بارہ بارہ گھنٹے سٹول پر بیٹھا رہتا تھا۔ مکان کے دروازے بند رہتے تھے۔ جونہی گھنٹی بجتی۔ وہ دروازہ کھول کر اندر آ جاتا۔ پس امور عامہ کو

اوقات کی تعیین

کرنی چاہیئے۔ پھر کام کی مقدار کی تعیین کرنی چاہیئے۔ کہ معماروں کی فی جوڑی اتنا کام کرے یا ترکھان اتنے وقت میں اس قدر کام کرے۔ پھر اگر ان کے پاس مقدمہ آئے تو اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے۔ اسی طرح گانٹھوں اور سوراخوں والی لکڑی کے متعلق یہ فیصلہ کر دیا جائے۔ کہ اگر لکڑی میں گانٹھیں یا سوراخ ہوئے تو ہم اسے رد کر دیں گے۔ تم اسے جہاں چاہو۔ بیچ لو۔

دوسری بات

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالے نے انسان کے اندر دو طاقتیں پیدا کی ہیں ایک طاقت انفرادیت کہلاتی ہے اور ایک طاقت اجتماعیت کہلاتی ہے۔ اللہ تعالے نے انسان کی فطرت میں یہ بات رکھدی ہے اور اس کے دماغ کا ایک حصہ اس طرح بنا دیا ہے کہ وہ اس قسم کی طاقتیں ظاہر کرتا ہے۔ جو مل کر کام کرتی ہیں۔ اور انسان ان میں اتنا کمال حاصل کر لیتا ہے کہ وہ طاقتیں آپس کے اتحاد کے ساتھ انتہائی ترقی پر پہنچ جاتی ہیں۔ اسی طرح ایک طاقت انفرادیت کی ہے کہ انسان الگ ہو کر بھی بڑے سے بڑا کام کر جاتا ہے۔ اور وہ اس میں اتنا نام پیدا کر لیتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے

انسان کی اصل پیدائش

تو اجتماعیت کے لحاظ سے ہے اللہ تعالے نے انسان کو مدنی الطبع بنایا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی بعثت کی غرض یہی تھی۔ کہ آپ نئی نوع انسان کو آپس کے تعاون کے ساتھ کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ لیکن ہر زمانہ کے لحاظ سے ضرورتیں بدلتی رہتی ہیں۔ اسی طرح خدا تعالے نے انسان کے اندر انفرادیت بھی پیدا کی ہے۔ اور اس لحاظ سے بھی وہ ایسے مقام پر جا پہنچتا ہے کہ لوگ حیران رہ جاتے ہیں۔ پھر بعض لوگوں کے اندر انفرادیت اور اجتماعیت دونوں روحیں پائی جاتی ہیں اور وہ ان میں کمال کو جا پہنچتے ہیں۔ مثلاً رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے جب دعوےٰ کیا۔ تو آپؐ اکیلے تھے آپؐ کی

انفرادیّت کا کمال

یہ تھا۔ کہ موسیٰ علیہ السلام کو بھی کہا گیا۔ کہ جا اور فرعون کو تبلیغ کر۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی کہا گیا۔ کہ جاؤ اور اپنی قوم کو تبلیغ کرو۔ خدا تعالےٰ کی نظریں دونوں میں اس قسم کی قابلیتیں موجود تھیں۔ اسلئے جب اس نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا۔ جاؤ اور فرعون کو تبلیغ کرو۔ تو اکیلے موسےٰ علیہ السلام کو کہا اور جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہا کہ جاؤ۔ اور اپنی قوم کو تبلیغ کرو۔ تو اکیلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا۔ یہ موقع محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسےٰ علیہ السلام کی انفرادیت کے امتحان کا تھا۔ جو حکم موسےٰ علیہ السلام کو ملا۔ وہی حکم محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ملا۔ پھر جس حالت میں وہ حکم موسےٰ علیہ السلام کو ملا۔ اسی حالت میں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ملا۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام بھی اکیلے تھے۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی اکیلے تھے۔ حضرت موسےٰ علیہ السلام کو بھی ایک قوم اور جماعت کی طرف بھیجا گیا۔ جسے آپؑ نے مخاطب کرنا تھا۔ اور

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کو بھی ایک قوم کی طرف بھجوایا گیا۔ جسے آپؐ نے مخاطب کرنا تھا۔ لیکن حضرت موسےٰ علیہ السلام کو جب حکم دیا گیا۔ تو آپؑ نے فرمایا۔ اے اللہ میں تیار ہوں۔ لیکن یہ کام ایک آدمی کا نہیں تو میرے بھائیوں اور رشتہ داروں میں سے ایک شخص کو میرے ساتھ کر دے۔ تا ہم دو ہو جائیں۔ گویا حضرت موسےٰ علیہ السلام نے اپنی انفرادیت پر پورا بھروسہ نہ کرتے ہوئے

ایک ساتھی

کا مطالبہ کیا۔ اگرچہ ایک ساتھی مل جانے سے

اجتماعیت نہیں بن جاتی۔ لیکن تاہم اتنی ڈھارس ضرور ہو جاتی ہے کہ میں اکیلا نہیں بلکہ میرے ساتھ ایک اور ساتھی بھی ہے لیکن وہی حکم انہی حالات میں ویسے ہی ایک آدمی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کہا اور انہوں نے ہرگز کوئی مطالبہ نہیں کیا۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ اے اللہ میرے رشتہ داروں یا دوستوں میں سے کوئی ایک ساتھی میرے ساتھ کر دے بلکہ وہ حکم ملتے ہی کھڑے ہو گئے اور کہا کہ بہت اچھا اور کام شروع کر دیا۔ گویا انفرادیت کا کمال تھا جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اندر پایا جاتا تھا۔ یوں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ایک لحاظ سے انفرادیت کا مظاہرہ کرنے والے تھے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام بھی ایک لحاظ سے

انفرادیت کا مظاہرہ

کرنے والے تھے جب موسیٰ علیہ السلام کو الہام ہوا تو آپ اکیلے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام کو الہام ہوا تو آپ بھی اکیلے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام کو الہام ہوا تو آپ بھی اکیلے تھے۔ اسی طرح دوسرے انبیاء کو جب الہام ہوا تو وہ بھی اکیلے تھے۔ لیکن وہ جرأت اور بہادری اور دلیری جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دکھائی وہ کسی اور نے نہیں دکھائی۔ پس انفرادیت کے لحاظ سے بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال حاصل تھا اور اجتماعیت کے لحاظ سے بھی آپ کو کمال حاصل تھا جس طرح خدا تعالےٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ایک جماعت دی۔ عیسیٰ علیہ السلام کو ایک جماعت دی۔ نوح علیہ السلام کو ایک جماعت دی۔ ابراہیم علیہ السلام کو ایک جماعت دی۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی ایک جماعت دی اور اس وقت آپ کو یہ بتانے کا موقعہ ملا کہ آپ کو

اجتماعیت کے لحاظ سے

بھی کمال حاصل تھا۔ موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کی اجتماعی حیثیت کی تاریخیں موجود نہیں لیکن تھوڑے بہت واقعات جو ملتے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بے شک انہوں نے اجتماعیت کے بہت اعلیٰ نمونے دکھائے لیکن وہ نمونے اس شان کے نہیں تھے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دکھائے۔ حضرت عیسےٰ علیہ السلام نے بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ برابر کی تکالیف اٹھائیں مصائب برداشت کئے اور قربانیاں کیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ برابر کی تکالیف اٹھائیں۔ مصائب برداشت کئے اور قربانیاں کیں۔ مگر جو اجتماعی احساس ہمیں محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں نظر آتا ہے وہ موسیٰ علیہ السلام میں نظر نہیں آتا۔ وہ عیسےٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء میں نظر نہیں آتا۔ اگر

حضرت موسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسےٰ علیہ السلام اور دوسرے انبیاء کی بھی وہی شان ہوتی جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تھی تو ان کی تاریخی زندگی میں بھی اس قسم کے واقعات کا ذکر آتا جس قسم کے واقعات کا ذکر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تاریخ میں آتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ خبر ملی کہ اب آپؐ کی وفات قریب ہے۔ جب آپ کی بیماری بھی ہو گئی اور آپؐ کو نظر آنے لگا کہ اب میری وفات کا وقت آ گیا ہے تو آپؐ نے صحابہؓ کو بلایا اور انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جس طرح تم ایک انسان ہو میں بھی ایک انسان ہوں۔ ممکن ہے تمہارے ساتھ کام کرنے کے دوران میں مجھ سے کوئی ایسی غلطی ہو گئی ہو جو اپنے بھائی کے متعلق مجھ سے نہیں ہونی چاہیئے تھی۔ اس لئے میں اس وقت سب سے یہ کہتا ہوں کہ اگر تم میں سے کسی کو میں نے اپنی زندگی میں کوئی تکلیف دی ہو جس کا میں نے معاوضہ نہ دیا ہو تو وہ آج مجھ سے اس کا بدلہ لے لے۔ قیامت کے دن خدا تعالےٰ کے سامنے نہ لے

صحابہؓ کی نظر میں

تو یہ فقرات سن کر دنیا تاریک ہو گئی۔ کیونکہ جہاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں یہ تھا کہ میں بھی ایک انسان ہوں۔ میں بھی قوم کا ایک فرد ہوں اور مجھ پر بھی وہی ذمہ داریاں ہیں جو قوم کے ایک دوسرے فرد پر ہیں۔ وہاں صحابہؓ کی نگاہ میں یہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قوم کے سورج ہیں۔ آپؐ قوم کے چاند ہیں۔ آپؐ ان کے سروں کے تاج ہیں۔ وہ آپؐ کی جوتیوں کی خاک کے برابر بھی نہیں۔ ان کا کام ہے کہ وہ آپؐ پر اپنی جان و مال اور عزت قربان کر دیں۔ دونوں کے احساسات الگ الگ تھے۔ صحابہؓ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس نگاہ سے دیکھتے تھے کہ آپؐ ان کے سردار ہیں۔ اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو اس نگاہ سے دیکھتے تھے کہ آپؐ باقیوں کی طرح قوم کے ایک فرد ہیں۔ یہ سن کر صحابہؓ پہ ایک قیامت آ گئی۔ اور ان میں سے کوئی بھی ویسا نہیں تھا جو اپنے آنسوؤں کو روک سکے۔ ۔ اتنے میں

ایک صحابیؓ آگے بڑھا

اور اس نے کہا یا رسول اللہ مجھے آپ سے ایک دفعہ ایک تکلیف پہنچی تھی جس کا آپؐ نے ابھی تک بدلہ نہیں دیا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں ہاں بتاؤ۔ وہ کیا تکلیف تھی اس صحابیؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ فلاں لڑائی میں جب صفیں باندھی جا رہی تھیں آپؐ صفیں سیدھی کرا رہے تھے کہ آپؐ کو اگلی صف میں ٹیڑھا پن نظر آیا۔ آپؐ جلدی سے آگے گئے اور آپ کی کہنی مجھے لگی۔ یہ وہ تکلیف ہے جو آپ سے مجھے پہنچی اور آپؐ نے اس کا بدلہ نہیں دیا۔ اس بیماری کی حالت میں جس کے متعلق صحابہؓ سمجھ رہے تھے کہ کمزوری اس حد تک بڑھ گئی ہے کہ اب موت قریب ہے اور اللہ تعالیٰ بھی آپکی موت کی خبر دے چکا تھا۔ آپؐ نے فرمایا ہاں ہاں آگے آؤ اور مجھ سے بدلہ لے لو۔ تم میری کمر پہ کہنی مار لو اس صحابیؓ نے کہا نہیں یا رسول اللہ جب آپؐ کی کہنی مجھے لگی تھی تو میرا جسم ننگا تھا۔ اور آپؐ کے جسم پہ کپڑا ہے آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا میرے جسم پہ سے کپڑا اٹھا دو تا یہ شخص مجھ سے اپنی تکلیف کا بدلہ لے لے۔ صحابہ کے دلوں کے حال تو تم سمجھ سکتے ہو شاید ان کی میانوں سے اس وقت تلواریں نکل رہی ہوں گی کہ وہ اس گستاخ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ مگر جب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم سے کپڑا اٹھایا گیا تو وہ صحابیؓ

پُرنم آنکھوں کے ساتھ

آگے بڑھے اور آپؐ کی پیٹھ پہ انہوں نے بوسہ دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ کس کم بخت کو یہ خیال بھی آ سکتا ہے کہ وہ آپؐ سے اپنی کسی تکلیف کا بدلہ لے۔ میں نے خیال کیا کہ آپؐ کی وفات کی گھڑی قریب آ گئی ہے۔ خبر نہیں کہ آپؐ کے جسم مبارک کو چھونے کا پھر کبھی موقع ملے یا نہ ملے میں نے کہا چلو اس موقعہ سے فائدہ اٹھاؤں۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ جن لوگوں کے میانوں سے تلواریں نکل رہی تھیں کہ اس گستاخ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔ اب ان کا دل چاہتا ہوگا کہ وہ اپنے آپ کو کوڑے ماریں اس لئے کہ انہیں یہ بات کیوں نہ سوجھی۔ غرض آپؐ کو

انفرادیت کا وہ اعلیٰ مقام

حاصل تھا کہ خدا تعالےٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیتا ہے کہ جاؤ اور فرعون کو تبلیغ کرو تو وہ ایک ساتھی کی درخواست کرتے ہیں۔ لیکن انہی حالات میں وہی حکم آپؐ کو دیا جاتا ہے تو آپؐ ساتھی کا مطالبہ نہیں کرتے۔ بلکہ اکیلے ہی اس حکم کی تعمیل میں لگ جاتے ہیں۔ پھر آپؐ کو

اجتماعیت کا وہ بلند مقام

حاصل ہے کہ آپؐ کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو آپؐ صحابہ کو بلاتے ہیں اور فرماتے ہیں میں تم سے دوش بدوش لڑا ہوں اگر مجھ سے زندگی میں کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو تم مجھ سے بدلہ لے لو۔ میں بھی تمہاری طرح امتِ محمدیہ کا ایک فرد ہوں۔ پس انفرادیت اور اجتماعیت کا جو کمال محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل تھا وہ کسی اور کو حاصل نہ تھا۔ مگر بہرحال ہر انسان میں یہ مادہ تھوڑا بہت پایا جاتا ہے۔ کچھ قومیں اجتماعیت میں دوسروں سے بڑھ جاتی ہیں اور کچھ قومیں انفرادیت میں آگے بڑھ جاتی ہیں۔ ہٹلر اور نپولین۔ لینن اور سٹالن دنیا میں آئے۔ انہوں نے اپنی اپنی قوم کے اندر اجتماعیت کی روح پیدا کر دی تھی۔ لیکن انفرادیت کی روح کو انہوں نے کچل ڈالا تھا۔ انہوں نے اپنی قوم میں یہ روح پیدا کر دی کہ تم سب مل کر کام کرو اور قوم کی خاطر ہر قسم کی قربانیاں کرو۔ تم اپنی زندگی کو ختم کر دو اور قوم کی زندگی کے سامان پیدا کرو۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ان لوگوں نے قوم کے افراد کے دلوں میں کہ جن کے لئے انہوں نے قربانیاں کیں حد درجہ کی محبت پیدا کر لی تھی۔ لیکن فطرت کے اس جوہر کو جو انفرادیت کے رنگ میں انسان کے اندر پایا جاتا تھا ان لوگوں نے ضائع کر دیا۔ جب

نپولین کو شکست ہوئی

تو اس کی فوج کے کچھ سپاہی ایک جگہ کھڑے تھے۔ ان کے ایک طرف جرمن فوجیں آگے بڑھ رہی تھیں اور دوسری طرف انگریزی فوجیں پیش قدمی کر رہی تھیں۔ ان سپاہیوں کو ایک جرنیل نے کہا تم یہاں کیوں کھڑے ہو انہوں نے کہا گولہ بارود ختم ہو چکا ہے۔ اس جرنیل نے کہا پھر تم دوڑتے کیوں نہیں؟ تو ان سپاہیوں نے کہا نپولین نے ہمیں دوڑنا نہیں سکھایا۔ اس نے ہمیں صرف لڑنا سکھایا ہے۔ ان سپاہیوں کا یہ کہنا کہ نپولین نے انہیں لڑنا سکھایا ہے دوڑنا نہیں سکھایا ہے اجتماعیت کی اعلیٰ درجہ کی روح تھی۔ خدا تعالےٰ نے ہر انسان کے اندر دوڑنے کا مادہ رکھا ہے۔ لیکن اجتماعیت نے ان کو اتنا مضبوط کر دیا تھا کہ انہوں نے کہا ہمیں دوڑنا نہیں آتا۔ لیکن جہاں تک انفرادیت کا سوال ہے وہ ان میں نہیں پائی جاتی تھی۔ ہٹلر اور نپولین کے وقت میں ان قوموں نے اجتماعیت کے نمونے بیشک دکھائے لیکن انفرادیت ان میں نہیں پائی جاتی تھی ۱۹۳۳ء میں

ہٹلر برسر اقتدار آیا

اور ۱۹۳۹ء میں جنگ شروع ہوئی گویا چھ سال کے قلیل عرصہ میں اس نے ایک غلام قوم کو ایسے بلند مقام پہ لا کھڑا کیا کہ اس کے افراد میں سے ہر ایک اپنے آپ کو بھول گیا اور قوم کو آگے لے آیا۔ لیکن جب وہ وقت آیا کہ ان کی اجتماعیت کے مقابلہ میں کئی قومیں آ گئیں تو وہ انفرادیت میں ہار گئے۔ جس طرح انفرادیت کا وقت آیا تو نپولین کے سپاہیوں نے کہا۔ نپولین نے ہمیں لڑنا سکھایا ہے ۔ دوڑنا نہیں سکھایا۔ اسی طرح ہٹلر کی قوم نے بھی کہا کہ ہٹلر نے ہمیں اجتماعیت سے باہر ہو کر کام کرنا نہیں سکھایا لیکن انگریزوں کو دیکھو ان میں سے ایک ایک آدمی کس کس جگہ جا گھسا اور وہاں جا کر اس نے ان لوگوں کو بغاوت پر اکسایا۔ انہیں ابھارا اور شور مچا دیا اور یہ چیزیں بالآخر ہٹلر اور نپولین جیسے جرنیلوں کی شکست کا موجب ہوئیں۔ انگریز قوم انفرادیت کو بالا رکھتی ہے ۔ ہر انگریز کے اندر یہ احساس پایا جاتا ہے کہ وہی قوم ہے اور اگر اسے اکیلے کام کرنا پڑا تو وہ کام کرے گا۔ قومیں

امن کی حالت میں

اور شرارت کی ابتدا میں اجتماعی طاقت سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ لیکن اگر شرارت لمبی ہو جاتی ہے تو پھر انفرادیت کام کرتی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی جب شرارت بڑھ گئی تو آپؐ نے اجتماعیت کو بکھیر دیا اور اپنے ساتھیوں کو کہا کہ حبشہ چلے جاؤ اور بعض کو آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت کر جانے کا ارشاد فرمایا۔ پھر انہوں نے اپنی اپنی جگہ اکیلے کام کیا۔ اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی انفرادیت اجتماعیت کی شکل اختیار کر گئی۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کا دور شروع ہوا۔ صحابہؓ پہ کچھ ابتلا آئے۔ صحابہ کو بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اجتماعیت اور انفرادیت دونوں چیزیں سکھائی تھیں آپؐ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے حضرت ابوبکرؓ ایسے خاندان سے نہیں تھے جو حکمران خاندان ہو۔ بے شک آپ ایک شریف خاندان کے ایک فرد تھے۔ لیکن وہ خاندان ایسا نہیں تھا کہ دوسرے خاندان اس کی ماتحتی برداشت کر لیں۔ آپ کے والد کا نام ابوقحافہؓ تھا۔

ابو قحافہؓ

فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ اور وہ بھی رسمی طور پر۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوئے۔ تو آپ کی وفات کی خبر مکہ میں بھی پہنچی۔ ابو قحافہ بھی اس مجلس میں بیٹھے تھے۔ کہ جس میں پیغامبر نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر سنائی۔ عرب لوگ پراگندہ تھے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر انہیں ایک نظام کے ماتحت کر دیا۔ جس طرح اس شخص کی زندگی ان کے لئے ذاتی تھی۔ اسی طرح اس کی وفات بھی ان کے لئے ذاتی تھی۔ انہوں نے کہا کہ اب کیا ہوگا؟ اس شخص نے کہا۔ ہوگا کیا۔ ایک شخص خلیفہ بن گیا ہے اور اس نے نظام کو دوبارہ قائم کر دیا ہے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ عربوں کی تلواریں میانوں سے نکل آئی ہونگی۔ اور قتل و غارت شروع ہو گئی ہوگی۔ انہوں نے دریافت کیا کہ کس شخص کو خلیفہ منتخب کیا گیا ہے؟ پیغامبر نے کہا۔ ابو بکرؓ کو خلیفہ منتخب کیا گیا ہے۔ ابو قحافہ کو اس بات پر یقین نہ آیا۔ انہوں نے خیال کیا۔ میرا بیٹا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔ کوئی اور ابو بکرؓ ہوگا جس کی اطاعت سب عرب قبائل نے قبول کر لی ہے۔ چنانچہ انہوں نے دوبارہ دریافت کیا۔

کون ابو بکرؓ

اس شخص نے کہا۔ وہی ابو بکرؓ جو آپ کا پرانا ساتھی اور دوست تھا۔ ابو قحافہؓ نے پھر دریافت کیا کس کا بیٹا؟ تو اس شخص نے کہا تیرا بیٹا۔ ابو قحافہؓ کے لئے یہ عجیب بات تھی۔ عرب قبائل آزاد تھے غیور تھے اور اپنے سے چھوٹے آدمی کی اطاعت نہیں کرتے تھے۔ لیکن سب عربوں نے حضرت ابو بکرؓ کو مان لیا۔ اور خون ریزی کے بغیر مان لیا۔ یہ بات ابو قحافہؓ کے لئے نہایت عجیب تھی۔ اس لئے انہوں نے دوبارہ دریافت کیا۔ کہ کیا بنو ہاشم نے ابو بکرؓ کی بیعت کر لی ہے؟ اس شخص نے کہا۔ ہاں۔ ابو قحافہ نے پھر کہا۔ کیا بنو عبد المطلب نے ابو بکرؓ کی بیعت قبول کر لی ہے؟ اس شخص نے کہا۔ ہاں۔ ابو قحافہؓ نے جب یہ سنا۔ کہ

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ

کی وجہ سے عربوں میں اجتماعیت اس حد تک آ گئی ہے کہ ایک شخص جو حاکم قوم میں سے نہیں۔ سب قبائل اس کی بیعت کے لئے تیار ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے بلا چون و چرا اس کی بیعت کر لی ہے۔ تو بیساختہ اس کے منہ سے نکلا۔ اشھد ان لا الٰہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ آج میرا دل مان گیا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واقعی خدا تعالےٰ کے رسول تھے۔ اگر سارے قبائل میرے بیٹے کی بیعت کے لئے تیار ہو گئے ہیں تو یہ کام ایک رسول کے سوا کوئی اور نہیں کر سکتا۔ گویا عربوں نے اجتماعیت کا نہایت اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ پھر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر عرب میں پھیلی۔ تو نئے مسلمان مرتد ہو گئے۔ اور وہ مدینہ پر چاروں طرف سے حملہ کر کے آ گئے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کو اپنی زندگی میں شام کی طرف جانے کا حکم دیا تھا۔ جس کی روانگی آپ کی وفات کی وجہ سے رک گئی تھی۔

حضرت ابو بکرؓ نے

خلافت کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا۔ کہ اس لشکر کو شام کی طرف روانہ کر دیا۔ صحابہؓ نے اس بات کو بڑا منایا۔ اور کہا۔ مدینہ اس وقت ننگا ہو گیا ہے اور یہ بڈھا شام کی طرف لشکر بھیج رہا ہے۔ انہوں نے حضرت عمرؓ کو کہا۔ کہ ابو بکرؓ کو سمجھاؤ۔ شاید اس بوڑھے نے حالات کی نزاکت کو نہیں سمجھا۔ چنانچہ حضرت عمرؓ آپ کے پاس گئے اور کہا۔ کیا آپ نے لشکر کو شام کی طرف جانے کا حکم دیا ہے؟ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ ہاں حضرت عمرؓ نے کہا۔ کہ میرا اور صحابہؓ کا مشورہ یہ ہے۔ کہ آپ اس لشکر کو روک لیں۔ کیونکہ چاروں طرف سے اس قسم کی خبریں آ رہی ہیں۔ کہ دشمن مدینہ کی طرف بڑھ رہا ہے۔ نئے مسلمان کثرت سے

مرتد ہو گئے ہیں

اور بہت تھوڑی جگہیں ایسی رہ گئی ہیں۔ جہاں پرانے مسلمان ہیں۔ اس حالت میں لشکر کا باہر بھیجنا اچھا نہیں جس طرح حضرت ابو بکرؓ کی جان خطرہ میں تھی۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کی جان خطرہ میں تھی۔ اسی طرح حضرت عثمانؓ کی جان خطرہ میں تھی۔ اسی طرح حضرت علیؓ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی جانیں خطرہ میں تھیں اسی طرح ان کے بیوی بچوں کی جانیں خطرہ میں تھیں پھر اسی طرح جو لشکر روانہ ہو رہا تھا۔ ان کی بیوی بچوں کی جانیں خطرہ میں تھیں۔ اس وقت ہر ایک شخص یہ سمجھ رہا تھا۔ کہ اس وقت اسے اپنے گھر کے سامنے کھڑے ہو کر لڑنا چاہیئے۔ اور اپنے بیوی بچوں کی جانیں بچانی چاہئیں۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ ابو قحافہ کے بیٹے کی کیا طاقت ہے۔ کہ وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے لشکر کو روک سکے پھر جب ایسی خبریں آنی شروع ہوئیں۔ کہ لوگوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اور انہوں نے یہ کہنا شروع کر دیا ہے۔ کہ ہمارا روپیہ مدینہ کیوں جائے نجد کا روپیہ نجد میں خرچ ہونا چاہیئے بحرین کا روپیہ بحرین میں خرچ ہونا چاہیئے۔ مدینہ اپنے اخراجات کا خود انتظام کرے۔ ہم روپیہ علاقہ سے باہر نہیں جانے دیں گے۔ تو صحابہ نے

آپس میں مشورہ کیا

اور حضرت عمرؓ کو حضرت ابو بکرؓ کے پاس بھیجا حضرت عمرؓ نے کہا۔ وقت نازک ہے۔ آپ لوگوں کو کچھ وقت تک ڈھیل دے دیں۔ آہستہ آہستہ ان میں اسلام آ جائیگا۔ تو وہ زکوٰۃ دیدیں گے۔ حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ عمرؓ تم وہ بات کہتے ہو جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کہی خدا کی قسم۔ اگر یہ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں اونٹ باندھنے کی رسی بھی بطور زکوٰۃ دیا کرتے تھے۔ تو میں ان سے وہ رسی بھی لے کر چھوڑوں گا۔ اور اگر کوئی شخص زکوٰۃ نہیں دے گا۔ تو اس سے میں اس وقت تک لڑوں گا۔ یہاں تک کہ میں مارا جاؤں۔ یا وہ مارے جائیں۔ عمرؓ اس میں ڈرنے کی کیا بات ہے؟ اگر دشمن مدینہ کی تمام عورتوں کو مار دے۔ اور کتے ان کی لاشیں مدینہ کی گلیوں میں گھسیٹتے پھریں تب بھی میں ڈروں گا نہیں۔ اب دیکھو مدینہ خطرہ میں گھرا ہوا ہوتا ہے۔ ہر مسلمان کا گھر مال اور اس کی عزت خطرہ میں ہوتی ہے۔ لیکن حضرت ابو بکرؓ کے منہ سے یہ فقرات نکلتے ہیں۔ تو ہر مسلمان

آمنا و صدقنا کہکر

اطاعت پر تیار ہو جاتا ہے۔ یہ اجتماعی روح کا کمال تھا پھر اسلام پر وہ زمانہ آیا۔ جب خلافت کے پیچھے پڑ گئے۔ اب مسلمانوں کے لئے انفرادیت دکھانے کا وقت آیا۔ اور اس میں بھی انہوں نے کمال کر دکھایا۔ کوئی ایران چلا گیا۔ کوئی افغانستان چلا گیا۔ کوئی افریقہ کے صحراؤں کی طرف چلا گیا۔ اور کوئی چین چلا گیا۔ آج کل جو کروڑوں کروڑ مسلمان ان ممالک میں موجود ہیں۔ وہ انہی لوگوں کی اعلیٰ درجہ کی انفرادیت کا نمونہ ہیں۔ پس صحابہ کو جہاں انفرادیت میں کام کرنا سکھایا گیا تھا۔ وہاں اجتماعیت میں بھی انہوں نے کام کیا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ ایک سردار کے ماتحت کس طرح کام کیا جاتا ہے اور یہ بھی جانتے تھے۔ کہ فرداً فرداً کام کس طرح کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اب بھی بمبئی میں ایسے صحابہ کی قبریں موجود ہیں۔ جو اس وقت ہندوستان آئے اور یہاں تبلیغ اسلام کی۔

خدا کی قدرت ہے

کہ سندھ میں جہاں ہم نے زمین خریدی ہے۔ خصوصاً جہاں پر میری زمین ہے۔ وہاں ایک جگہ دیپالپور کہلاتی ہے۔ اس جگہ کے متعلق بھی مشہور ہے کہ وہاں کسی صحابیؓ کی قبر ہے۔ جب صحابہؓ نے دیکھا کہ خلافت کے ماتحت جو نظام چلا تھا۔ وہ درہم برہم ہو گیا ہے۔ تو انہوں نے خیال کیا۔ کہ اب وقت کیوں ضائع کیا جائے۔ وہ دنیا میں پھیل گئے۔ اور مختلف ممالک میں جا کر انہوں نے اشاعت اسلام کی۔ پس ہماری جماعت کو یہ دونوں طاقتیں یعنی

اجتماعیت اور انفرادیت

اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئں۔ جب اوقات اجتماعیت کمزور پڑ جاتی ہے۔ تو اس وقت انفرادیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر ہر جگہ فتنہ اور فساد برپا ہو جاتا ہے۔ اور مرکز سے تمہارے تعلقات منقطع ہو جاتے ہیں۔ تو اس وقت ہر احمدی اپنی ذات میں مرکز احمدیت ہونا چاہیئے۔ اور اسے سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ احمدیت کا جھنڈا اس کے ہاتھ میں ہے۔ اسے یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ کہ وہ آگے دوسروں سے مشورہ کرے۔ بلکہ اس وقت اسے یہ سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ وہ خود خدا تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ اس وقت اس کا گھر ربوہ ہونا چاہیئے اس وقت اس کا گھر قادیان ہونا چاہیئے اور جس طرح خلافت کا نظام ٹوٹ جانے کے بعد صحابہ نے ایک ایک گھر کو مدینہ بنا لیا۔ اور جب تفرقہ ہوا۔ تو ہر مسلمان نے یہ عزم کر لیا۔ کہ وہ

اسلام کا جھنڈا

نیچے نہ ہونے دے گا اسی طرح تم نے اجتماعیت کی حالت میں نہایت اعلیٰ نمونہ دکھایا۔ تم تھوڑے تھے۔ تم نے اپنے پیٹ کاٹے۔ اور معمولی آمدنیوں میں سے ایک حصہ اشاعت اسلام کے لئے دیا۔ تم نے چندے دیئے۔ اور جماعت نے مبلغ تیار کئے پھر جماعت نے ان مبلغوں کو دیانت کے ساتھ بیرونی ممالک میں بھیجا۔ جماعت نے تمہارے روپیہ کو اعلیٰ طور پر استعمال کیا۔ یہاں تک کہ دنیا میں احمدی جماعت کی دھوم مچ گئی۔ اور دشمنوں نے بھی اقرار کیا۔ کہ پچھلے تیرہ سو (۱۳۰۰) سال میں مسلمانوں نے وہ کام نہیں کیا جو اس چھوٹی سی جماعت نے ایک قلیل عرصہ میں کر دیا ہے۔ پس تم نے

اجتماعیت کا نہایت اعلیٰ نمونہ

دکھایا ہے۔ اب تم نے انفرادیت کا بھی نمونہ دکھانا ہے۔ بہت سے احمدی گھبرا کر میرے پاس آتے ہیں۔ تو میں انہیں یہی کہتا ہوں۔ کہ تم میں سے ہر ایک خلیفہ کا قائم مقام ہے۔ تم میں سے ہر ایک دین کا مرکز ہے۔ تم میں سے ہر ایک کو سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ احمدیت اور اسلام کا احیاء اور بقاء اس کے ذمہ ہے۔ تم میں سے

ہر ایک کا گھر احمدیت کا مرکز ہے

جس سے احمدیت کا نور دنیا میں پھیلے گا۔ تم نے اجتماعیت کا بہت اعلیٰ نمونہ دکھایا ہے۔ اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ تم انفرادیت کا نمونہ بھی دکھاؤ۔ اگر مخالفت بڑھ جائے۔ تو بغیر مرکز سے مشورہ کئے بغیر اپنا مدعا اپنے سامنے رکھ کر اسلام کو پھیلانا ہے۔ احمدیت کی اشاعت کرنا ہے۔ تمہیں یہ عزم کر لینا چاہیئے۔ کہ اگر تمہارے چاروں طرف دشمن کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر بھی ہو۔ تو تمہاری گردن نیچے نہیں ہوگی۔ تم چپ نہیں رہو گے۔ بلکہ اسلام اور احمدیت کے پیغام کو مرتے دم تک لوگوں تک پہنچاتے چلے جاؤ گے۔

ترسیل زر اور انتظامی امور کے متعلق مینیجر الفضل کو مخاطب کیا کریں۔

حب اٹھرا رجسٹرڈ اسقاط حمل کا مجرّب علاج فی تولہ ڈیڑھ روپیہ ۱-۸-۰ - مکمل خوراک گیارہ تولے پونے چودہ روپے ۱۳-۱۲-۰ - حکیم نظام جان اینڈ سنز گوجرانوالہ

شذرات

(بقیہ صفحہ ۲)

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

جماعت احمدیہ کے خلاف ہنگامہ بپا ہوئے ایک طویل عرصہ گذر رہا ہے۔ مگر بیچارے "علماء" ابھی تک سمجھ نہیں سکے کہ ہمارا موقف کیا ہے؟ کبھی ہمیں منافق کہتے ہیں۔ کبھی کافر اور کبھی واجب القتل اور مرتد۔ اب چند دنوں سے یہ تحریک کی جا رہی ہے کہ انہیں "غیر مسلم اقلیت" قرار دیا جائے۔ "علماء" کی سوء قسمتی ہے کہ اس مطالبہ کی نامعقولیت کے متعلق تعلیم یافتہ طبقہ نے ابتدائی مراحل میں ہی آواز اٹھانا شروع کر دی ہے کہ:۔

"یہ مطالبہ کرنا غیر ضروری اور نامناسب ہے۔ ہر وہ جماعت جو اسلام سے بنیادی اختلاف رکھتی ہو عام مسلمانوں سے الگ اور قلت تعداد کے لحاظ سے اقلیت ہے۔ لیکن ہر اقلیت آئینی تحفظات کی مستحق نہیں ہوتی۔ پھر یہ مطالبہ خود اقلیت کی طرف سے پیش ہونا چاہیئے۔"

(زمیندار ۱۵ اگست ۵۲ء)

ان حالات میں "علماء" کے وقار اور بلند مرتبہ کا تقاضا یہ ہے کہ اگر وہ فتوے دیتے وقت علم و عقل کا استعمال جائز نہیں سمجھا کرتے تو کم از کم متحد ہو کر تو فیصلہ کیا کریں تاکہ عوام تو مطمئن ہو جائیں۔

حضرت مسیح کو خاتم النّبیین بنانے کی سازش

بخاری صاحب، مولوی اختر علی صاحب نیز ہمچو قسم دیگر لیڈر "خاتم النبیین" کے یہ معنی کرتے ہیں کہ "سرکار دو عالم آنحضرت صلعم پیغمبر آخر الزمان کے بعد کوئی تشریعی یا غیر تشریعی اصلی یا نقلی حقیقی یا بروزی نبی نہیں آئے گا۔" مگر دوسری طرف یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ آپ کے بعد ایک پرانا نبی بھی آئے گا اور اس کے بعد ہر قسم کی نبوتوں کا اختتام ہو جائے گا۔ مگر کوئی بتائے کہ اس سے بڑی گستاخی کیا ہو گی کہ:۔

کہ ختم نبوت کا تاج سرکار مدینہ سے چھین کر حضرت مسیح کے سر پر رکھ دیا جائے۔ پاسبان ختم نبوت کا دعویٰ رکھنے والو! کیا ختم نبوت کی پاسبانی کے یہی ڈھنگ ہوتے ہیں؟

"مرزائیت نوازی" کا پہلا مجرم

سید فیض الحسن صاحب نے ایک تقریر میں حکومت کی مرزائیت نوازی کا شکوہ کرتے ہوئے کہا ہے:۔

"ہم ختم نبوت کے موضوع پر تحفظ ناموس رسول کے لئے کوئی تقریر کریں تو جیل کی تنگ و تاریک کوٹھڑیوں میں بند ہوں۔ لیکن ان سے پوچھا تک نہ جائے۔ انہیں اسلامی سلطنت کے ذمہ دار عہدوں پر مسلط کیا جائے۔"

(آزاد ۱۳ اگست ۱۹۵۲ء)

احراری لیڈر شاید بھول گئے کہ مرزائیت نوازی کے پہلے مرتکب حضرت قائد اعظم مرحوم تھے۔ جنہوں نے محافظین ناموس رسول کے قائد کی داڑھی کو اپنے بوٹ پر لگتے دیکھ کر بھی ترس نہ کھایا۔ مگر ایک احمدی کو اس کے مانگنے کے بغیر وزارت خارجہ کے ذمہ دار عہدہ پر فائز کر دیا اور دوسرے احمدیوں کو دعوت عام دی کہ وہ مسلم لیگ میں شامل ہو کر ملک و قوم کی آزادی اور استحکام میں ہاتھ بٹائیں۔

ملتان فائرنگ کے متعلق جدید انکشاف

پچھلے دنوں موچی دروازہ میں جو جلسہ منعقد ہوا۔ اس میں "حقائق و معارف" کے موتی بکھیرتے ہوئے کہا گیا کہ ہماری حکومت سو رہی ہے۔ اسے خبر نہیں کہ پاکستان کے اندر ایک متوازی حکومت و ریاست بن رہی ہے۔ جہاں زمین دوز سرنگیں ہیں۔ خوفناک بم تیار ہوتے ہیں اور وہاں مضبوط قلعہ بنایا جا رہا ہے۔ اور اس دوسرے وطن ہود کا نام ربوہ ہے۔ پھر کہا گیا کہ اس کے امیر نے اپنے پروگرام کا اظہار کر دیا ہے "ہم خون کا بدلہ خون سے لیں گے۔"

یہ تو وہ پر لطف دعویٰ ہے جو شعلہ بار لیڈروں نے کیا اور جسے ہم نے ناظرین کی ظرافت طبع کے لئے بیان کر دیا ہے۔ مگر ہمارے خیال میں دعویٰ کے مقابل دلائل کچھ زیادہ دلچسپ دیئے گئے یعنی کہا گیا

"خونی بدلہ لینے کے لئے ملتان پولیس کی گولیاں تڑپ اٹھیں اور خون بہایا گیا۔"

(آزاد ۱۳ اگست)

گویا ملتان میں استعمال ہونے والی رائفلیں اور گولیاں دراصل ربوہ کی زمین دوز سرنگوں اور مضبوط قلعوں میں بنی تھیں اور وہیں سے انہیں بھجوایا جا رہا تھا تاکہ "امیر ربوہ" اپنی گذشتہ وارننگ کے مطابق خونی بدلہ لینے کا پہلا تجربہ کر سکیں۔

حکومت کا شکر گذار ہونا چاہیئے کہ ملتان فائرنگ کی رپورٹ شائع ہو جاتی۔ اگر احراری زعماء اس کے متعلق یہ جدید انکشاف نہ فرماتے۔

ہمارے مشتہرین سے استفسار کرتے وقت "الفضل" کا حوالہ ضرور دیا کریں!

اشتعال انگیز لٹریچر

پشاور کے ایک احراری لیڈر نے گورنمنٹ سے مطالبہ کیا ہے کہ:۔

"قادیانی لٹریچر سب سے زیادہ اشتعال انگیزی کا باعث بنا ہوا ہے اسے ضبط کیا جائے"

(زمیندار ۱۵ اگست)

"قادیانی لٹریچر" کے اشتعال انگیز ہونے کے ثبوت میں ہم مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل کلام پیش کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:۔

"نوع انسان کے لئے روئے زمین میں اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلعم۔ سو تم کوشش کرو۔ کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور کسی کے لئے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کیلئے زندہ ہے" (کشتی نوح)

یہ بطور نمونہ صرف ایک تحریر ہے۔ ورنہ مرزا صاحب کا لٹریچر تو ایسا ہے۔ کہ لفظ لفظ پر مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے سامان موجود ہیں۔ مگر افسوس ہماری "اسلامی حکومت" نہ صرف کوئی نوٹس نہیں لیتی۔ بلکہ اس نے "کفر و ارتداد" کی تبلیغ کی اجازت عام دے رکھی ہے۔

"جدید اُمت کی تخلیق"

مولانا اخلاق احسن صاحب ایم اے لکھتے ہیں:۔

"جماعت مودودیت دراصل اسلام کے نام پر ایک بالکل جدید امت کی تخلیق اور جدید مذہب کی تعمیر کر رہی ہے۔ مودودیت دراصل ایک خسطائی تحریک انانیت ہے یہ جماعت ابوالاعلیٰ مودودی کو معصوم عن الخطاء اور باقی تمام لوگوں کو غالی اور گمراہ جانتی ہے۔" (نوائے وقت ۲۸ ستمبر ۱۹۴۷ء)

خدا کی شان جنہیں اسلام کے نام پر جدید امت کی تخلیق و تعمیر کے سوا اور کوئی مشغلہ نہیں وہ آج جماعت احمدیہ کو "غیر مسلم اقلیت" قرار دینے کی تحریک کے موید ہی نہیں علمبردار بھی بنے ہوئے ہیں۔

منافق بنانے کی فیکٹریاں

موجودہ علماء کا ایک کثیر طبقہ جسے اسلام کی بدنامی کی اتنی پرواہ نہیں جتنا اپنی عزت و شہرت کا احساس ہے وعظ فرماتے ہیں کہ ارتداد اور محض ارتداد کی واحد سزا قتل ہے۔ دوسرے لفظوں میں ان کا فیصلہ یہ ہے۔ کہ اگر ایک مسلمان مسلمانوں کے کردار و اعمال دیکھ کر یا اسلام اور دیگر باطل مذاہب کا مطالعہ کر کے پوری دیانت داری سے یہ رائے قائم کرے کہ اسلام نعوذ باللہ سچا مذہب نہیں عیسائیت یا ہندو ازم کا نظریہ برحق ہے تو اسلامی اسٹیٹ یہ تو پسند کرے گی۔ کہ وہ منافق بنکر اندر ہی اندر قصر اسلامی کو کھوکھلا کرتا رہے۔ سیاسی فرقہ کی طرح مرکزیت اسلام کو فنا کر دے۔ اور مسلمانوں پر عملاً نظام کفر مسلط کر دے۔ مگر اسے یہ گوارا نہیں ہو سکتا۔ کہ کوئی شخص کھلم کھلا ارتداد اختیار کر کے معاشرہ سے ممتاز ہو جائے۔ اور مسلمان اپنے ایک اندرونی دشمن کو دیکھ لیں۔ اور اس کی کڑی نگرانی کر سکیں۔ کیا اس سے واضح نہیں ہوتا کہ ہمارے علماء نے اسلام کی خدمت اور اشاعت کی بجائے منافق بنانے کی فیکٹریاں کھول رکھی ہیں۔ اور ان فیکٹریوں میں پورے "اخلاص اور دیانتداری" سے تازہ بتازہ مال سپلائی ہو رہا ہے۔

اگر حضرت مسیح پاکستان میں نازل ہو گئے

سرتاج صوفیاء حضرت محی الدین ابن عربیؒ حضرت مجدد الف ثانیؒ نیز مولانا صدیق حسن صاحب نے پیشگوئی کی ہے کہ حضرت مسیح و مہدی کا جب ظہور ہو گا۔ تو عوام اور بالخصوص علماء و فقہاء کہیں گے۔ کہ یہ شخص کافر و بے دین ہے۔ اور اس کا ملت اسلامیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ گویا خود تو مسلمانوں سے الگ ہے۔ اور اس کی جماعت "غیر مسلم اقلیت" ہے۔

حضرت مسیح و مہدی اگر دمشق میں نازل ہوئے۔ تو انشاء اللہ شام کی حکومت عوام اور علماء ان کا خود بندوبست کر لیں گے۔ لیکن اگر آپ خدانخواستہ پاکستان میں ہی تشریف لے آویں۔ تو کیا ہمارے علماء اور جماعۃ المسلمین کا یہ اہم فرض نہیں کہ جماعت احمدیہ کے متعلق "تلخ تجربہ" سے سبق حاصل کرتے ہوئے ابھی سے یہ آرڈیننس منظور کروا لیں کہ نہیں نازل ہونے سے قبل ہی "اقلیت" قرار دیا جاتا ہے۔

قبر کے عذاب سے بچنے کا علاج

کارڈ آنے پر

مفت

عبداللہ الہ دین سکندرآباد دکن

تریاق اٹھرا حمل ضائع ہو جاتے ہوں یا بچے فوت ہو جاتے ہوں فی شیشی ۸/۲ روپے مکمل کورس ۲۵ روپے دواخانہ نورالدین جودھامل بلڈنگ لاہور

شیعوں کے دل کی آواز

علمائے شیعہ کا ختم نبوت کے نام پر ان برادران یوسف سے تعاون کیسا؟

(ماخوذ از اخبار درنجف سیالکوٹ ۱۲ اگست ۵۲ء)

(ادارۂ الفضل کا مضمون نگار کی ہر بات سے متفق ہونا ضروری نہیں)

میں اتفاق بین المسلمین کا ہمیشہ حامی رہا ہوں اور ہوں۔ لیکن صرف معاملات معاشرت اور حدود سیاست تک۔ ہمارا مذہبی اتحاد نہ کسی فرقہ سے ممکن ہے نہ آج تک ہو سکا۔ جب ہمارے اصول دین ہی کسی سے متحد نہیں۔ تو دینی اتحاد کے کوئی معنی نہیں۔ اس لئے گذارش ہے۔ حدود پاکستان میں جو خلفشار سواد اعظم اور جماعت قادیانیہ کے درمیان اس وقت نظر آ رہا ہے اور اہل سنت زعم اکثریت میں قادیانیوں پر حملے کر رہے ہیں۔ کوئی نئی بات نہیں ہے یہ ان کی پرانی روایات ہیں جن کا دہرانا اگر فرض نہیں۔ تو سیرت شیخین کے لحاظ سے سنت ضرور ہو گا (سواد اعظم نے جب جہاں کسی کو کمزور دیکھا۔ بڑھ گئے۔ دبالیا تو شیر۔ ورنہ میدان چھوڑ بھاگے۔

قادیانی جماعت کوئی اجنبی جماعت نہیں۔ سواد اعظم کی ایک شاخ۔ عقائد و اعمال میں ہمخیال۔ توحید۔ رسالت۔ امامت۔ قیامت میں سارے معتقدات قریب قریب یکساں۔ عبادات ملتے جلتے ہیں فرقہ حقہ امامیہ کو نہ ان سے واسطہ۔ نہ ان سے مطلب۔ پھر قادیانیوں کے دیسا و بھی یہی ہیں۔ جتنا مال اٹھایا اسی منڈی سے خدا کا شکر ہے۔ ہماری جماعت پر نہ کسی فرقۂ باطلہ کا اثر اب تک ہو سکا۔ نہ آئندہ بتصدق آئمہ اطہار علیہم السلام اندیشہ ہے۔

ان حالات میں علمار شیعہ کا ختم نبوت کے نام پر ان برادران یوسفؑ سے تعاون عمل کیسا؟ کیا اطمینان ہو گیا؟ یہ لوگ ہمارے دوست بن گئے ان کے دلوں سے فرقۂ شیعہ کی عداوت دیرینہ نکل گئی؟ حکومت بنی امیہؓ و بنی عباس کے روایات دہرائے نہیں جا سکتے؟ قادیانیوں پر کفر کے فتوے شائع کرنے والے ہم کو مسلمان سمجھنے لگے؟ انہوں نے اپنے سابقہ فتوؤں سے توبہ کر لی؟ ان کی غلطی کا اعتراف کر چکے؟ عزاداری سید الشہداء علیہ السلام کو بدعت کہنا چھوڑ دیا؟ اگر یہ سب کچھ نہیں ہوا۔ تو آپ حضرات کا ان سے کسی معاملہ میں تعاون کیا معنی رکھتا ہے؟

تعجب ہے۔ جو لوگ رسول خداصؐ پر طرح طرح کے الزامات۔ قسم قسم کے اتہامات لگاتے رہے پیغمبر اسلامؐ کو (معاذ اللہ) خاطی۔ گنہگار وغیرہ وغیرہ قرار دے کر نبوتؐ رسالتؐ تو در کنار آپ کی شرافت و نجابت سے بھی انکار کرتے رہے خدا جانے آج اثبات ختم نبوت پر کس منہ سے تیار ہوئے ہیں؟ اور اس سے زیادہ تعجب خیز و حیرت انگیز علمائے شیعہ کا ان سے تعاون ہے اگر ایک خاطی غیر معصوم جس کی حیثیت بڑے بھائی سے زیادہ نہ ہو۔ اس کی ختم نبوت تو در کنار اصل نبوت ہی ثابت نہ ہو۔ تو کیا تعجب؟ بالخصوص جب کہ اس جماعت کے سرپرست مولوی عنایت اللہ شاہ بخاری۔ مولوی محمد علی صاحب جالندھری مولوی لعل حسین اختر جیسے حضرات ہوں۔ تو ہمارا تعاون حیرت بالائے حیرت ہے۔ یہ ہر سہ حضرات تقریباً تین سال ہوئے جلیانی متصل بھریا روڈ (سندھ) آئے۔ تو اپنی تقریر میں کہا۔ خلفائے راشدین تو بڑی چیز ہیں۔ اگر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان میں بھی کوئی شخص گستاخی کا کلمہ کہے تو کافر خارج از اسلام۔ اس پر جناب سید امام علی شاہ صاحب رئیس بھریا سٹی سے بحث ہوئی۔ دوران بحث میں فدک کا ذکر آ گیا۔ تو انہی مولوی صاحبان نے برجستہ کہا۔ حضرت ابوبکر حق پر تھے بی بی فاطمہؑ زہرا کی سخت غلطی تھی جو ناجائز دعوے کر ان کے پاس گئیں" ان خیالات اور ایسے دریدہ دہن لوگوں سے علمار شیعہ کا اتحاد کسی جگہ ممکن ہے؟ مولوی محمد علی صاحب جالندھری نے جامع مسجد خیرپور میرس میں اہلبیت رسول علیہم السلام کی شان میں جس قدر سب و شتم کر کے شیعوں کی دلآزاری کی۔ اہل خیرپور ہی خوب واقف ہیں۔ بالخصوص معصومۂ عالم کی ذات پر جو ناسزا الزامات لگائے بس خدا کی پناہ۔ آج تک اہالیان خیرپور بے چین ہیں۔ کیا اس کے بعد بھی تعاون درست ہے؟ حضرات علمار کرام کو سمجھتے رہنا چاہیئے کہ قادیانیوں سے ان کی ناچاقی ان کا گھریلو معاملہ ہے۔ کسی سیاسی مصلحت سے ناراض ہو گئے۔ تو اپنی کمزوری محسوس کر کے آپ حضرات کو اپنا ساتھی بنانے کی کوشش کی۔ آؤ بھگت کر کے ریاکاری کا مکمل مظاہرہ کر رہے ہیں۔ جانتے ہیں کہ قادیانی علمار کا ہم مقابلہ نہیں کر سکتے ان کا منہ توڑ جواب اگر دے سکتے ہیں تو علمائے شیعہ اس لئے آپ کو ہر تدبیر سے ہمنوا بنا کر وقتی کام نکالنا چاہتے ہیں۔ اور وقت نکل جانے پر حسب دستور قدیم آنکھیں پھر جائیں گی۔ غنیمت ہے ہم

اس وقت سوادِ اعظم اور ہمارے درمیان یہ قادیانی موجود ہیں۔ اگر کبھی ان کو اس گروہ سے فرصت ملی۔ تو دوسرا قدم ہمارے سروں پر رکھنے کی کوشش کریں گے۔ وہی ہتھیار جو آج قادیانیوں کی گردن پر چلا رہے ہیں۔ کل کو براہ راست دوبارہ تیز کر کے ہماری گردنوں پر چلائیں گے۔ جس طرح انکار خاتمیت کی وجہ سے قادیانیوں پر کفر کے فتوے لگائے جا رہے ہیں۔ کل کو انکارِ خلافت ثلاثہ کی وجہ سے ہم پر صادر ہو کر مطالبہ پیش کریں گے۔ چونکہ روافض خلفائے راشدین سے حسن عقیدت نہیں رکھتے۔ ان کی خلافت و امامت کے منکر ہیں۔ اس لئے کافر ہیں۔ ان کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔

اس لئے بصد ادب التجا ہے۔ کہ آپ اپنی اور اپنی پوری قوم کی حفاظت کی تدابیر پر غور کریں۔ تاکہ برادرانِ یوسفؑ جب قادیانیوں سے فرصت پا کر ہماری طرف رخ کریں۔ تو ہم بھی پوری طرح سے تیار ہوں۔

آپ حضرات کے لئے یہ فرصت کا وقت اور اپنے تحفظ کے ذرائع پر غور کرنے کا قدرتی موقعہ ہے۔ اور یہ کام موجودہ تعاون سے زیادہ اہم اور قابل توجہ ہے۔ یہ لوگ جانیں۔ ان کے بھائی قادیانی جانیں۔ نہ ہم کو ان سے مطلب۔ جنہوں نے سرہندی کو دوسری ہزار صدی کا مجدد مانا۔ اور نہ ان سے واسطہ جنہوں نے مرزا غلام احمد کو چودھویں صدی کا مجدد مان لیا۔ اور نہ ان سے تعلق جنہوں نے خاتم المرسلینؐ کی نبوت کو جبریل امین کی طرفداری کا نتیجہ قرار دیا۔ ورنہ حضرت ابوبکر نبی ہوتے نہ ایسے لوگوں سے غرض۔ جو مرزا غلام احمد کو نبی جانتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ سوادِ اعظم نے توہین رسول خدا میں کونسی کسر باقی رکھی؟ جو قادیانی پوری کریں گے فقط۔

مصر کے تمام مصائب کی ذمہ داری برطانیہ پر ہے (نحاس)

قاہرہ ۲۴ اگست۔ وفد لیڈر جناب مصطفیٰ نحاس نے اعلان کیا ہے۔ کہ مصر کے تمام مصائب کی ذمہ داری برطانوی حکومت پر ہے۔ سکندریہ میں تقریر کرتے ہوئے انہوں نے الزام لگایا۔ کہ سابق شاہ فاروق نے وفد کو تباہ کرنے اور اس طرح بالواسطہ طور پر برطانیہ کے عزائم پورے کرنے کے لئے اخبارات کو مالی امداد دی نحاس نے کہا۔ کہ برطانوی جاسوس اور ایجنٹ مصر میں فسادات کرانے کے لئے متواتر کوششیں کرتے رہے۔ اور انہوں نے ہر وقت منتخب حکومت کو ختم کرنے کی سازشیں کیں۔ فوج کی بہادری اور جذبہ آزادی کی تعریف کرتے ہوئے سابق وزیر اعظم نے یقین دلایا۔ کہ وفد پارٹی میں کسی بھی بد دیانت آدمی کو نہیں رہنے دیا جائیگا۔

نحاس نے اعلان کیا۔ کہ وفد پارٹی کی خارجہ پالیسی یہ ہے۔ کہ نہر سویز کے علاقہ سے برطانوی فوجوں کو باہر نکال دیا جائے۔ وادیٔ نیل کا اتحاد روبعمل لایا جائے۔ اور مغربی طاقتوں کا مجوزہ مشرق وسطیٰ کا دفاعی منصوبہ متروک کر دیا جائے۔

بھارتی وزیر داخلہ نے استعفیٰ دیدیا

نئی دہلی ۲۴ اگست۔ بھارت کے وزیر داخلہ ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو نے کابینہ سے استعفیٰ دے دیا ہے۔ "سنڈے سٹینڈرڈ" نئی دہلی نے خبر دی ہے۔ کہ وزیر اعظم پنڈت نہرو جو اس وقت سری نگر میں ہیں۔ استعفیٰ پر غور کر رہے ہیں۔ اخبار کی رائے ہے پنڈت نہرو استعفیٰ منظور نہیں کریں گے۔ ڈاکٹر کاٹجو کے استعفیٰ کی وجہ وزیر اعظم سے اختلاف یا صحت کی خرابی بتائی جاتی ہے۔

پنڈت نہرو ملکہ الزبتھ کی تاج پوشی میں شریک ہونگے

نئی دہلی ۲۴ اگست۔۔ باختیار ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ وزیر اعظم ہند پنڈت جواہر لال نہرو نے اگلے سال جون میں ملکہ الزبتھ کی رسم تاجپوشی میں شریک ہونے کی دعوت منظور کر لی ہے۔

کشمیر کی گفت و شنید میں التواء

جنیوا ۲۴ اگست باختیار ذرائع سے معلوم ہوا ہے۔ کہ بھارت اور پاکستان کے نمائندوں کی مسئلہ کشمیر کے بارے میں کانفرنس منگل تک شروع نہیں ہو سکے گی۔ پروگرام کے مطابق اسے کل شروع ہو جانا چاہیئے۔ کانفرنس کا التواء بھارتی مشن کے آنے میں تاخیر کی وجہ سے ہوا۔ بھارتی اطلاعات کے مطابق مسٹر گوپال سوامی آئنگر آج بمبئی سے روانہ ہو گئے ہیں۔ لیکن اقوام متحدہ کو ان کی روانگی کی سرکاری طور پر کوئی اطلاع نہیں ملی۔ بھارت کے فوجی مشیر اور ان کے معاون بھی آج یہاں نہیں پہنچ سکے۔

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۷